سانحۂ مشرقی پاکستان: امریکی کردار و اقدامات کا جائزہ

ڈاکٹر اصغر علی*

ڈاکٹر ممنون احمد خان**

فیصل جاوید***

Abstract

This research paper analyze aims at to American policies during East Pakistan crisis and war between Pakistan and India in 1971. America played derogatory and negative role during East Pakistan crisis. It was being considered that American interests in Asia were then declining. America had closed her military bases from South East Asia. America focused her attention toward oil resources, energy and open seas as compared to her stance against Communism. America increased her interests in those areas where she could be save from security threats. America shifted her focus on Indian sea and Arabian sea. There was only South Korea where American military base remained operational in order to control China and Japan. It is analyzed that America took East Pakistan crisis slyly.

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ بین الاقوامی تعلقات، وفاقی اُردو یونیورسٹی،اسلام آباد۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ بین الاقوامی تعلقات، وفاقی اُردو یونیورسٹی، اسلام آباد۔

*** لیکچرار، شعبہ بین الاقوامی تعلقات، وفاقی اُردو یونیورسٹی،اسلام آباد۔

امریکی صدر نکسن کی 1971ء کی پالیسی، جو پاک بھارت جنگ کے بعد منظر عام پر آئی اُس نے ایک بار پھر امریکہ کو اس خطے میں کھل کر کھیلنے کا موقع فراہم کردیا تھا۔ واشنگٹن کو ویت نام کی جنگ کے بعد سے مختلف نظر سے دیکھا جانے لگا تھا۔یہ تقریباً طے شدہ سمجھ لیا گیا تھا کہ امریکہ کے ایشیا میں مفادات اور دلچسپیاں برائے نام ہیں۔ امریکہ کے چین کے ساتھ تعلقات استوار ہوچکے تھے۔امریکہ نے جنوب مشرقی ایشیا سے فوجیں نکال کراپنے اڈے بند کردیے تھے اور شایداُس نے ایشیاء میں اپنے تعلقات کو محدود لیکن شدید بنانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔اب امریکہ کی دلچسپیاں کمیونزم کو لگام دینے سے ہٹ کر وسائل،توانائی پر گرفت اور کھلے سمندروں میں اپنی فوقیت برقرار رکھنے کی طرف مبذول ہوگئی تھی۔ خصوصاً ان علاقوں میں اس کی دلچسپیاں بڑھیں جہاں سے امریکہ کو براہ راست کسی طرح کی سیکیورٹی کا خطرہ لاحق نہیں ہوسکتا تھا۔اس اعتبار سے امریکہ کی توجہ سمندروں کی طرف مرکوز ہوگئی تھی جن میں مشرق کی سمت بحرۂ ہند اور مغرب کی جانب خلیج فارس سے بحیرۂ عرب تک شامل تھے۔ مشرقی ایشیا کی سرزمین میں سے صرف کوریا ایسی جگہ تھی جہاں امریکی فوجیں موجود تھیں اور یہ چین کو دھمکانے سے زیادہ جاپان کو قابو میں رکھنے کے لیے کی تھیں۔

مشرقی پاکستان کا سیاسی بحران اور امریکی کوششیں

امریکی صدر نکسن نے برصغیر میں جنگ روکنے کی کوشش کی۔سب سے پہلے اس نے حکومت پاکستان سے یقین دہانی حاصل کی کہ مجیب الرحمٰن کو پھانسی نہیں دی جائے گی۔[۱]

دوسرا اس نے یحییٰ خان کو اس امر پر رضامند کیا کہ سمجھوتے کے لیے مذاکرات کی فضا کو بہتر بنانے کی غرض سے مشرقی پاکستان میں سول حکومت بحال کردی جائے۔ مشرقی پاکستان میں ٹکا خان کی جگہ ڈاکٹر اے۔ایم مالک کی تعیناتی، سول کابینہ کی حلف برداری اور عام معافی کے اعلان کے پس پشت واشنگٹن کا مشورہ ہی کار فرما تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تمام بحران کے دوران میں پاکستان کی پالیسی عام طور پر امریکی حکومت کی طرف سے

طے کی گئی تھی۔[۲]

نکسن نے یحییٰ خان کو سیاسی سمجھوتے پر آمادہ کرنے کے لیے غیر معمولی مساعی سے کام لیا۔ کئی دنوں کی کوششوں کے بعد یحییٰ خان اور کلکتہ میں موجود بنگالی قائدین کے درمیان خفیہ مذاکرات کا اہتمام کیا گیا۔[۳]

یحییٰ خان نے وعدہ کیا کہ دسمبر کے اختتام تک سول حکومت بحال کردی جائے گی۔ بھارت کو اس صورتحال سے مسلسل آگاہ رکھا گیا۔ یہ مذاکرات امریکی سفارت کاروں کے ذریعے اطمینان بخش طور پر آگے بڑھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ایک پانچ نکاتی امن پروگرام تیار ہوچکا تھا جس کے تحت مجیب الرحمٰن کی رہائی عمل میں آنی تھی اور اس امر پر ریفرنڈم ہونا تھا کہ بنگالی آزاد ملک چاہتے ہیں یا متحدہ پاکستان۔[۴]

پاک بھارت سمجھوتے کے بارے میں یحییٰ خان پر یہ تنقید کی جاسکتی ہے کہ وہ امریکی دباؤ کے تحت سمجھوتے پر راضی تو ہو گئے تھے مگر اس معاملے میں زیادہ سنجیدہ نہیں تھے۔اگر وہ اس معاملے کو سنجیدگی سے لیتے تو بھارتی مداخلت سے پہلے ہی اس معاملے کا کوئی نہ کوئی حل نکالتے۔

مشرقی پاکستان کے حوالے سے امریکی غیر جانبداری

۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو سانحہ مشرقی پاکستان وقوع پذیر ہوا۔ اس سانحے کی ذمہ داری بھارت پر اور پاکستانی جرنیل کی بے تدبیری اور غلط طرزِ حکمرانی پر ڈالی جاتی ہے۔ یہ بات کسی حدتک ٹھیک بھی ہے مگر مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں امریکی کردار بھی کسی حد تک نظر آتا ہے۔ امریکہ نے ہمیشہ بنگالی آزادی پسندوں کی حمایت کی۔ امریکہ مشرقی اور مغربی پاکستان کو علیحدہ کرکے خطے میں اپنی مرضی کے مطابق معاملات چلانا چاہتا تھا۔ اس وقت مشرقی پاکستان کو علیحدہ کروانے میں امریکہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوسکتا تھا کہ وہ مغربی پاکستان کو روس کے خلاف اور مشرقی پاکستان کو چین کے خلاف فرنٹ لائن اسٹیٹ بنانا چاہتا تھا۔پاکستان آرمی کے جریدے ''پاکستان آرمی جرنل'' میں کموڈور(ر) طارق مجید لکھتے ہیں

کہ جنرل گل حسن نے دیگر کئی باتوں سے پردہ اٹھانے کے علاوہ خاص طور پر تبصرہ کیا کہ جب جنرل یحییٰ خان نے بتایا کہ میجر جنرل اے کے نیازی کو لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے پر ترقی دے کر مشرقی پاکستان میں فوجی کمانڈر کی حیثیت سے بھیجا جارہا ہے تو وہ حیران و پریشان ہوگیا۔ کیونکہ نیازی اس عہدے کے لیے بالکل موزوں اور اہل نہیں تھا۔[۵] جب بھارت نے مشرقی پاکستان میں بنگالی قوم پرستوں کی مدد کرنے کے لئے اپنی فوجیں وہاں اتاریں تو باوجود پاکستان اور امریکہ کے مابین دفاعی معاہدوں کے اس موقع پر امریکہ نے اعلان کیا امریکہ پاک، بھارت معاملات میں ملوث نہیں ہوگا۔[۶] امریکہ کی یہ غیر جانبداری ہی ایک طرح سے بھارت کی حمایت کا ثبوت تھا۔ پاکستان کے ساتھ امریکہ کا اشتراک سیٹو(CEATO) اور سینٹو(SENTO) معاہدوں کے علاوہ ایک اور فوجی معاہدے کے ذریعے بھی تھا جبکہ بھارت کے ساتھ کسی قسم کا کوئی فوجی، سیاسی معاہدہ نہ تھا پھر غیر جانبداری کے پردے میں بھی امریکہ نے کئی طریقوں سے بھارت کی خاموش مدد کی۔ جب 1971ء میں پاک بھارت جنگ شروع ہوئی تو یحییٰ خان کو توقع تھی کہ امریکہ، چین تعلقات کی بحالی کے کردار پر امریکہ مشرقی پاکستان کے بحران میں کھل کر پاکستان کی حمایت کرے گا لیکن یہ امید پوری نہ ہوسکی۔ پاکستان کے ساتھ امریکی معاہدہ کاغذ کا پرزہ ثابت ہوا اور باربار کی درخواست کے باوجود امریکہ نے پاکستان کی کوئی مدد نہ کی، بلکہ پاکستان کو اس جنگ کے دوران اس دھوکہ میں رکھا کہ امریکی بحری بیڑا پاکستان کی مدد کے لئے آرہا ہے جو اختتامِ جنگ تک پاکستان نہ پہنچ سکا بلکہ خلیج بنگال میں خاموش تماشائی بنا رہا۔ البتہ مشرقی پاکستان کے حوالے سے امریکہ یحییٰ خان کو اپنے مفید مشوروں سے نوازتا رہا۔ کسنجر کہتا ہے صدر نکسن ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ یہ تاثر پیدا ہو کہ امریکہ کا پاکستان کے ٹوٹنے میں کوئی کردار ہے۔[۷]

امریکہ مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن سے ہزاروں بنگالیوں کی ہلاکت سے صرفِ نظر نہیں کرسکتا تھا مگر اس کی مجبوری یہ تھی کہ پاکستان چین سے رابطے کا واحد ذریعہ تھا۔ لہٰذا امریکہ پاکستان کو ناراض کرنے کی پوزیشن میں بھی نہ تھا۔[۸]

اس بات سے امریکہ میں صرف نکسن اور کسنجر واقف تھے کہ پاکستان امریکہ اور چین کے درمیان تعلقات بحال کرنے کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ اور امریکی کانگریس کے دباؤ ڈالنے کے باوجود صدر نکسن نے پاکستان کو ناراض کرنے سے گریز کیا۔کسنجر نے 2مئی 1971ء کو صدر نکسن کے سامنے ایک نوٹ پیش کیا جس میں سفارش کی کہ پاکستان کی معاشی امداد جاری رکھی جائے اور یحییٰ خان پر مشرقی پاکستان کے بحران کے سیاسی حل کے لیے دباؤ ڈالا جائے۔ ۹ صدر نکسن نے اس نوٹ پر اپنے ہاتھ سے تحریر کیا کہ سب کے لیے یحییٰ کو اس وقت نہ بھیجا جائے۔۱۰

امریکہ نے جنگ شروع ہوتے ہی وہ جنگی ساز و سامان جو پاکستان کو امریکہ کے ساتھ مختلف معاہدوں کی وجہ سے مل رہا تھا یا پاکستان جو خرید رہا تھا امریکی بندرگاہوں پر ہی روک لیا۔پاکستان کو بھارت پر جوابی حملہ کرنے سے روکنے میں سب سے زیادہ دخل امریکہ کا ہی تھا۔ ۱۱

دراصل امریکہ نے ۱۹۷۱ء میں ہی یہ سوچ لیا تھا کہ مشرقی پاکستان علیحدہ ہوجائے گا۔ پاکستان کے جرنیل حکمران اس بات سے غافل رہے کہ جس امریکہ پر وہ بھروسہ کررہے تھے وہ تو پہلے ہی مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا فیصلہ کیے بیٹھا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ دسمبر ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان الگ ہوا تو ضرور مگر امریکہ کے متوقع شیڈول کے مطابق نہیں کیونکہ مشرقی پاکستان میں پیدا ہونے والے حالات امریکہ کے قابو میں نہ رہے تھے۔ اس بات کا ثبوت ہنری کسنجر کے اس خط سے ملتا ہے جو اس نے ۱۶فروری۱۹۷۱ء کو امریکی نیشنل سیکورٹی کونسل کو خفیہ ہدایات جاری کرتے ہوئے لکھا تھا۔ کہ صدر نے ہدایت کی ہے کہ مشرقی پاکستان کی ممکنہ علیحدگی کے بارے میں فوری طور پر ناگہانی رپورٹ تیار کی جائے جس میں امریکہ کی جانب سے متبادل اقدامات کا ذکر کیا جائے۔اس تجزیاتی رپورٹ میں ناگہانی منصوبہ بندی پر خصوصی توجہ دی جائے تاکہ ان فیصلوں کی تیاری کی جاسکے جو مستقبل قریب میں لیے جانے ضروری ہوں۔ پاکستان کے بارے میں امریکہ کی طویل مدتی پالیسی کو جنوبی ایشیا کی پالیسی اسٹڈی NSSM.109کے فریم ورک میں جاری رکھا جائے۔

ہنگامی حکمت عملی اس حکمت عملی سے مطابقت رکھتی ہو جو NSSM.109 کے جواب میں تیار کی گئی اور اسے اس طرح تیار کیا جائے کہ اگر اس کی فوری ضرورت نہ ہو تو وہ پرانی حکمت عملی کا حصہ بن سکے۔ یہ اسٹڈی چیئرمین نیشنل سیکورٹی کونسل کی نگران ٹیمیں تیار کرے گی اور اسے ۲۶ فروری ۱۹۷۱ء تک صدر کے قومی سلامتی کے امور کے اسسٹنٹ کو روانہ کردیا جائے۔[۱۲]

یہ تھا امریکہ کا وہ کردارجس پر پاکستان نے ہمیشہ بھروسہ کیا۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں جس طرح روس بھارت کی مدد کررہا تھا اگر امریکہ نے پاکستان کی مدد کی ہوتی تو پاکستان ناقابل تلافی نقصان سے دوچار نہ ہوتا اور اپنا ایک بازو نہ کھوتا۔ تاہم امریکہ کے ساتھ ساتھ فوجی حکمراں اور مغربی پاکستان کی اشرافیہ بھی اس ظلم و استحصال میں شامل تھی جس نے مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنادیا۔

نکسن، اندرا ملاقات

۴نومبر ۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستان کے مسئلہ کے تناظر میں امریکی صدر نکسن اور بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی کی واشنگٹن میں ملاقات ہوئی۔ اس موقع پر صدر نے وزیر اعظم کو خوش آمدید کہا اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس میٹنگ کی وجہ سے دو پرانے دوستوں کو باہمی دلچسپی کے مختلف امور پر تبادلہء خیال کا موقع ملا ہے۔[۱۳] صدر نکسن نے بھارت اور بھارتی عوام کی تعریف کرتے ہوئے کہا امریکہ نے ہمیشہ بھارتی عوام کی بڑی تعریف کی ہے اور امریکی عوام کی بھارتی عوام سے دوستی بڑی گہری ہے۔ امریکی عوام چاہتے ہیں کہ بھارت ترقی کرے۔[۱۴]

ایک طرف پاکستان کے لیے بھارت بنگالی قوم پرستوں کی مدد اور انہیں پاکستان سے آزادی دلانے کا منصوبہ تیار کررہا تھا اور دوسری جانب پاکستان کا اتحادی امریکہ بھارت کی پالیسیوں پر اطمینان کا اظہار کر رہا تھا۔

مزید برآں امریکی صدر نے گفتگو کے لیے ان نکات پرزور دیا :

☆ بھارت اور پاکستان کے درمیان جارحانہ کارروائیوں کی کوشش ہر لحاظ سے ناقابل قبول ہوں گی۔

☆ اسی بناء پر امریکہ کی پاکستان سے تعلقات کی پالیسی اس ضرورت کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے کہ حکومت پاکستان پر امریکی اثر ورسوخ جاری رہے۔

☆ اس سلسلے میں ہمارا فوجی تعاون کا پروگرام بڑا محدود رہا ہے تاکہ حکومت پاکستان کے ساتھ ہمارے مذاکرات چلتے رہے۔ امریکہ ماضی کی طرح پاکستان کی جانب سے فوجی کارروائیوں کی حوصلہ شکنی کرتا رہے گا۔ ۱۵

اس کے بعد امریکی صدر نکسن نے بھارتی وزیر اعظم اندراگاندھی سے ان اقدامات کا ذکر کیا جو ان کے خیال میں انہوں نے بھارت اور پاکستان کے مہاجرین کی امداد کے لیے اٹھائے تھے۔

☆ امریکی حکومت نے جون اور جولائی میں پاکستان پر زور دیا کہ اگر مناسب اقدامات نہ اٹھائے گئے تو مشرقی پاکستان میں قحط کی صورت حال پیدا ہوسکتی ہے۔ انہوں نے کہاکہ ہمیں مسٹر ولیم کی ڈھاکہ سے رپورٹ موصول ہوئی ہے کہ امریکہ، پاکستان اور اقوام متحدہ کی کوششوں کے نتیجے میں قحط کا خطرہ ٹل گیا ہے۔ اس قحط کی وجہ سے صورت حال مزید خراب ہوسکتی تھی اور ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوجاتا جس سے بھارت پردباؤ پڑتا۔

☆ صدر یحییٰ کی ابتدائی مخالفت کے باوجود امریکی حکومت کے دباؤ کی وجہ سے یحییٰ خان مشرقی پاکستان میں انٹرنیشنل ریلیف فورس کی موجودگی پر رضامند ہوگیا۔

☆ امریکہ کی درخواست پر حکومت پاکستان نے مشرقی پاکستان میں سویلین گورنر کی تعیناتی قبول کرلی۔

☆ امریکی دباؤ پر صدر یحییٰ خان نے عام معافی کا اعلان کیا اور عوامی سطح پر تمام عقائدسے تعلق رکھنے والے ہندو اور مسلم مہاجرین کی واپسی کا ذکر کیا۔

☆ امریکہ کے نمائندے کو یقین دہانی کرائی گئی کہ مجیب کو پھانسی نہیں دی جائے گی۔

☆ امریکی مذاکرات کی وجہ سے صدر یحییٰ مغربی سرحد سے کچھ فوج کو واپس بلانے کے لیے تیار ہو گئے تاکہ کشیدگی کو کم کرنے کے لیے پہلا قدم اُٹھایا جاسکے۔

☆ صدریحییٰ نے 2 نومبر کو ہمارے سفیر کو مطلع کیا کہ وہ عوامی لیگ کے کچھ قائدین کے ساتھ براہ راست مذاکرات کے لیے تیار ہے۔اس نے بھارت میں مقیم بنگلہ دیشی رہنما سے ملاقات کرنے اور مجیب کو اپنے نمائندے مقرر کرنے پر بھی رضامندی ظاہر کی۔۱۶

صدر نکسن نے مشرقی پاکستان کے حوالے سے بھارت کے ساتھ اپنی ہمدردیاں ثابت کرتے ہوئے اندرا گاندھی سے کہا کہ آسٹریلیا بھی بھارت کا ہمدرد ہے۔ صدر نکسن نے اقرار کیا کہ وہ یحییٰ کے اقتدار کا خاتمہ نہیں چاہتے مگر اسے مشرقی پاکستان کو زیادہ خود مختاری دینی ہوگی اور مجیب کو رہا کرکے ہی یحییٰ اپنا اقتدار قائم رکھ سکتا ہے۔صدرنکسن نے یہ بھی کہا کہ 1942ء سے 1965ء تک کی پاک بھارت جنگوں میں پاکستان کو امریکی اسلحے کی ترسیل نے بھارتی عوام کو تشویش میں مبتلا کیا تھا تاہم اندرا کی قیادت نے عوام کے غصے کو کنٹرول میں رکھا۔۱۷

صدر نکسن نے بھارتی وزیر اعظم کو مزید خوش کرنے کے لئے قیامِ پاکستان کے وقت امریکی مخاصمت کو آشکار کرتے ہوئے کہاکہ بھارت کی آزادی کے بعد تحریکِ آزادی کے رہنماؤں نے بھارت کی حکومت تشکیل دی مگر پاکستان میں برطانیہ کے وفاداروں اور حامیوں نے حکومت بنائی اس لیے بھارت کے ساتھ اپنے تعلقات کو مدنظر رکھتے ہوئے مشرقی پاکستان میں فوجی امداد پر پابندی لگائی ہیں۔۱۸

ملاقات کے اختتام پر صدر نکسن نے امریکی حکومت کی جانب سے اس مشکل ترین اور کٹھن مرحلہ پر بھارتی حکومت کے ساتھ مسلسل ہمدردی اور تعاون کا اظہار کیا۔ کسنجر نے جولائی ۱۹۷۱ء میں چین اور جنوبی ایشیا کا دورہ کیا اور واپسی پر نیشنل سیکورٹی کونسل کو بریف کرتے ہوئے کہا کہ بھارت جنگ پر تلا ہوا ہے اور جنرل یحییٰ میں سیاسی مسائل حل کرکے بھارتی حملے سے بچنے کی صلاحیت نہیں ہے۔۱۹

نومبر کے آخری ہفتے میں امریکی خفیہ ایجنسی سی۔ آئی۔ اے نے امریکی حکومت کو یہ رپورٹ دے دی تھی کہ بھارت اس وقت تک جنگ جاری رکھے گا جب تک پاکستانی فوج اور فضائیہ کی طاقت کو تباہ نہ کردیا جائے اور بھارت پورے کشمیر کا کنٹرول حاصل نہ کرلے۔ اس رپورٹ کے بعد نکسن اور کسنجر نے اپنی توجہ مغربی پاکستان کی جانب مبذول کردی۔[۲۰]

ساتویں جنگی بحری بیڑے کی حقیقت

ساتویں جنگی بیڑے کے اقدام کی بڑی وجہ سی۔آئی۔ اے کی 9نومبر کی وہ رپورٹ تھی جس کے مطابق بھارتی کا بینہ نے مغربی پاکستان کی سرحد کو اپنی مرضی کے مطابق تشکیل دینے اور پاکستانی افواج کو تباہ کرنے کے منصوبے پر غور کیا تھا۔اس رپورٹ نے بھارت کے عزائم کے بارے میں کسنجر کے شکوک کی توثیق کردی اور انہوں نے صدر کو آنے والے بحران کے با رے میں اپنے خدشات سے آگاہ کیا۔ نکسن نے فیصلہ کیا کہ مغربی پاکستان کو بچانے کے لیے براہ راست فوجی مداخلت کے سوا ہر ممکن اقدام کیا جائے گا۔ امریکہ کے معروف صحافی جوزف ایلسپ نے بھی اس امرکی توثیق کی ہے کہ جنگ بندی کے موقع پر امریکہ کو اس امر کی مصدقہ اطلاعات فراہم ہوچکی تھیں کہ بھارتی حکومت پاکستان کے مغربی نصف کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا تہیہ کیے ہوئے ہے۔[۲۱]

اگرچہ سرکاری سطح پر ساتویں بیڑے کی روانگی کا جواز یہ پیش کیا گیا تھا کہ شاید ڈھاکہ سے امریکی شہریوں کا انخلا کرنا پڑے۔ تاہم حقیقت یہ تھی کہ ڈھاکہ چھوڑنے کے خواہاں بیشتر غیر ملکیوں کو تین برطانوی مسافر طیاروں کے ذریعے اس روز ہی نکال لیا گیا تھا جس روز ساتواں بیڑا بحرۂ ہند کے لیے روانہ ہوا تھا۔[۲۲]

امریکی جریدے" نیوزویک" نے صورت حال کا صحیح پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھا کہ شروع ہی سے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ بیڑے کی روانگی کا مقصد بھارت کے خلاف جنگ میں پاکستان کے لیے علامتی حمایت کا اظہار تھا، یا پھر اس سے بڑھ کر بھارت کے

بعض جنگی طیاروں اور بحری جہازوں کو پاکستان کے خلاف کارروائی سے روکنا تھا۔ بظاہر اس اقدام کا حقیقی مقصد بحرۂ ہند میں روس کی بحریہ کی بڑھتی ہوئی موجودگی کا سدباب کرنا تھا۔۲۳

امریکی اخبار نیویارک ٹائمز نے ساتویں بحری بیڑے کی نقل و حرکت کے درج ذیل مقاصد بیان کیے تھے :

☆ بھارتی جنگی طیاروں اور بحری جہازوں کی توجہ اصل مقصد سے ہٹا کر بیڑے کی طرف مبذول کرنا۔

☆ مشرقی پاکستان کے خلاف بھارتی ناکہ بندی کو کمزور کرنا۔

☆ بھارت کے طیارہ بردار جہاز ''وکرانت'' کے راستے میں تبدیلی۔

☆ پاکستان کی بری افواج پر فضائی حملوں کے امکان کو کم کرنے کے لیے بھارت کو اس امر پر مجبور کرنا کہ وہ اپنے طیاروں کو دفاعی پوزیشن میں لے آئے۔۲۴

آج بھی کئی پاکستانیوں کا خیال ہے کہ ساتواں بیڑہ پاکستانی فوجوں کے انخلا ء کے لیے بھیجا گیا تھا مگر فوج نے اس کی آمد سے پہلے ہی ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ ساتواں بیڑا ۱۵ دسمبر ۱۹۷۱ء کو خلیج بنگال میں داخل ہوچکا تھا اس کے باوجود 16 دسمبر کو پاکستانی افواج نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اگر امریکہ واقعی کسی مداخلت کا ارادہ رکھتا تھا تو پاکستانی فوج کے ہتھیار ڈالنے سے پہلے اس پر عمل کرتا، مگر اس صورت میں پیش آنے والے خطرات کا اسے اندازہ تھا اور امریکہ پاکستان کی مدد کے لیے کسی بڑی جنگ کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہ تھا اور نہ وہ پاک بھارت جنگ میں ملوث ہونا چاہتا تھا۔اس صورت میں امریکہ سے صرف اتنی توقع کی جاسکتی تھی کہ پاک بھارت سمجھوتے کی صورت میں اس بیڑے کے ذریعے پاکستانی فوجیوں کے انخلا ء کا بندوبست ہوجاتا مگر امریکہ نے پاکستانی فوج کے انخلاء کے لیے بھی بروقت کوئی اقدام نہیں کیا۔ ڈاکٹر کسنجر کی نگرانی میں ہونے والے واشنگٹن اسپیشل گروپ کی کارروائی سے بھی اس رائے کی تصدیق ہوئی ہے کہ ساتویں جنگی بیڑے کی روانگی کا مقصد صرف مغربی پاکستان کو بچانا تھا۔۲۵

یہ کارروائی پاک بھارت جنگ کے ضمن میں امریکی نقطۂ نظر پر بھرپور روشنی ڈالتی ہے اور اس امر کی تصدیق کرتی ہے کہ جیساکہ انڈین ایکسپریس نے بھی لکھا اس جنگ کے دوران امریکی مساعی کا مقصد بھارت کو مغربی پاکستان کے خاتمے سے باز رکھنا تھا۔۲۶

امریکہ کی یہ حمایت مشرقی محاذ پر پاکستان کے تو کسی کام نہ آسکی تاہم اس طرح امریکہ مغربی پاکستان کو بھارتی فوجوں کی پیش قدمی سے بچانے میں یقیناً کامیاب ہوگیا تھاجب بھارت نے مشرقی پاکستان پر قبضہ کرلیا اور مغربی پاکستان میں فوج کشی کا منصوبہ بنایا تو امریکہ کو جنوبی ایشیا میں اپنے علاقائی مفادات خطرے میں نظر آنے لگے۔امریکہ نے پاک فوج پر اربوں ڈالر خرچ کر رکھے تھے اور پاک فوج اس کے مکمل اثر و رُسوخ میں آچکی تھی جسے وہ مستقبل میں اپنے قومی مفادات کے لیے استعمال کرسکتا تھا۔ لٰہذا مغربی پاکستان کو بھارتی یلغار سے بچانے کے لیے امریکہ نے سفارتی سرگرمیاں تیز کردیں۔ اس نے ساتواں بحری بیڑا بھی خلیج بنگال روانہ کردیا۔ بھارت اور روس کے ساتھ سخت زبان میں بات کی اور روسی لیڈر کے ساتھ ہاٹ لائن پر بھی بات کرنے سے گریز نہ کیا۔ مشرقی پاکستان سے امریکہ کو کوئی سروکار نہ تھا مغربی پاکستان اس کے علاقائی مفادات کا تحفظ کرسکتا تھا لٰہذا امریکہ نے اپنے طویل المدتی مفادات کی خاطر مغربی پاکستان اور فوج کو بھارتی جارحیت سے بچا لیا۔

امریکہ کا پاکستان کی مدد سے انکار

جنرل یحیٰی خان نے ۲ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ۱۹۵۹ء کے معاہدے کے مطابق امریکہ سے پاکستان کی آزادی، خود مختاری اور سلامتی کے تحفظ کے لیے مدد طلب کی۔۲۷ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے رائے دی ۱۹۵۹ء کے معاہدے کے مطابق امریکہ پاکستان کی مدد کرنے کا پابندنہیں۔۲۸

امریکہ کا یہ رویہ افسوسناک تھا کیونکہ اس نے ۱۹۶۵ء میں بھی یہ توجیح پیش کی تھی کہ امریکہ پاکستان کی صرف اس صورت میں مدد کا پابند ہے جب حملے کمیونسٹ ممالک کی

طرف سے ہوں، جبکہ صدر کینیڈی اور صدر جانسن نے صدر ایوب کو جارحیت کی صورت میں تعاون کی یقین دہانی کرائی تھی۔ امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے ۱۷نومبر۱۹۶۲ء کی یادداشت میں پاکستان کے دفاع کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ صدر جانسن نے ۱۵ دسمبر۱۹۶۵ء کو صدر ایوب سے ملاقات میں پاکستان کی سلامتی اور تحفظ کے لیے امریکی کردار کا یقین دلایاتھا۔ ان تمام وعدوں اور یقین دہانیوں کے باوجود جب ۱۹۷۱ء میں پاک بھارت تصادم کا آغاز ہوا تو پاکستان نے دفاعی معاہدوں کے حوالے سے امریکی امداد حاصل کرنے کی کوشش کی مگرا مریکہ نے یہ کہہ کر امداد سے انکار کردیا کہ ان معاہدوں کا مقصد صرف کیمونسٹ طاقتوں کے خلاف تحفظ فراہم کرنا ہے۔ صدرنکسن وزیر اعظم اندرا گاندھی کے دورہَ امریکہ کے دوران انہیں یہ یقین دہانی کرا ئی تھی کہ امریکہ پاکستان کو دی جانے والے ہرطرح کی فوجی امداد بندکردے گا، حالانکہ روس بھارت میں اسلحے کے انبار لگارہاتھا۔ پاکستان میں نکسن اور اندرا کی اس یقین دہانی کو ایک غیر دوستانہ اقدام تصور کیا گیا۔۲۹

جب پاکستانی عوام ۱۹۷۱ء کے دوران روس کی طرف سے بھارت کودی جانے والی امداد کا موازنہ پاکستان کے لیے امریکی امداد سے کرتے ہیں تو انہیں شدید مایوسی کا سامنا ہوتا ہے اگرچہ امریکہ کی وزارت خارجہ نے ۲ اپریل ۱۹۷۱ء کو یہ اعلان کیا کہ مشرقی پاکستان کا بحران پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے۔۳۰

سرکاری سطح پر خاموشی اور غیرسرکاری سطح پر معاندانہ طرزِعمل کے علاوہ واشنگٹن نے پاکستان پر مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن بند کرنے پر بھی زور ڈالا۔ مئی ۱۹۷۱ء میں پاکستان پر مزید دباوَ ڈالنے کے لیے امریکہ نے فاضل جنگی طیاروں کے پرزوں کی فراہمی بند کر دی۔ اس نے پاکستان کو فوجی اور اقتصادی امداد کی بحالی کو متعدد شرائط سے منسلک کردیا۔ ۳۱

یو ں بھارت تو روس سے معاہدے کی بدولت جدید ہتھیاروں سے لیس ہوتا رہا جبکہ پاکستان امریکہ سے اپنے دفاعی معاہدے کے باوجود کو ئی فوجی امداد حاصل نہ کرسکا۔

امریکہ نے مشرقی پاکستان کے دفاع کے لیے مؤثر کردار ادا نہ کیا۔ اس نے مشرقی

پاکستان کو علاقائی تناظر میں دیکھا اور بھارت کو ناراض کرنے سے گریز کیا۔ اگر امریکہ پاکستان سے مخلص ہوتا تو وہ اہم عالمی طاقت کی حیثیت میں اس قابل تھا کہ بھارت کو کھلی جارحیت سے روک سکتا تھا۔ امریکہ کا مشرقی پاکستان کے بحران کے ضمن میں رویہ بڑا محتاط رہا۔ اس کی سفارتکاری غیر اہم رہی اور اس نے مشرقی پاکستان کے دفاع کے لیے کوئی قابلِ ذکر اقدام نہ اٹھایا۔ امریکہ اگر سنجیدہ ہوتا تو وہ مناسب وقت پر اپنا بحری بیڑا خلیج بنگال روانہ کردیتا اور بھارت کو مشرقی پاکستان میں اپنی فوجیں داخل کرنے کا موقع نہ دیتا۔ امریکہ نے پاکستان کے ساتھ کیے گئے دفاعی معاہدوں اور زبانی یقین دہانیوں کی پاسداری نہ کی اور بنگلہ دیش کے قیام کے لیے خفیہ تعاون اور رضامندی کا مظاہرہ کیا۔

پاکستان، بھارت جنگ :سلامتی کونسل کا اجلاس

صدر نکسن کی جانب سے ۱۳ دسمبر ۱۹۷۱ء کو سلامتی کونسل کے اجلاس، جو صدر نکسن کی درخواست پر طلب کیا گیا تھا، میں امریکی نمائندے نے ایک قرار داد پیش کی جس میں بھارت اور پاکستان کی حکومتوں پر زور دیا گیا تھا کہ وہ فوری طور پر جنگ بند کرنے اور فوجیں واپس بلانے پر رضا مند ہوجائیں۔ بھارت نے سلامتی کونسل کے اجلاس کو بتایا کہ بھارت کے جنگ بندی پر غور کرنے اور فوجیں واپس بلانے کا انحصار مشرقی پاکستان سے پاکستانی فوجو ں کی واپسی اور شہری آبادی سے پُرامن تصفیہ پر ہے۔امریکی نمائندے مسٹر جارج بش نے قرار داد پر رائے شماری پرزور دیا جس کی حمایت چین نے بھی کی۔ روسی نمائندے مسٹر جیکب نے رائے شماری کے مطالبے پر زبردست احتجاج کیا اور کہا کہ انہیں اپنی حکومت سے مشورہ کرنے کی مہلت دی جائے۔[۳۲]

امریکی وزیر خارجہ مسٹر ولیم راجرز نے کہا کہ اگر اقوام متحدہ پاک بھارت جنگ کو روکنے میں ناکام رہتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ یہ ادارہ امن کے تحفظ کے سلسلے میں غیر مؤثر ہوکررہ گیا ہے۔ مسٹرراجرز نے اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ اگر اقوام متحدہ تحفظ امن کے لئے ایک مؤثر ادارہ ہے تو یہ اس کے امتحان کا بہترین وقت

ہے۔ انہوں نے کہا کہ صدر نکسن یہ سمجھتے ہیں کہ سلامتی کونسل جنگ بند کرانے کے لئے بہترین جگہ ہے۔[۳۳]

بھٹو نے یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ اقوام متحدہ میں پاکستان کی ترجمانی کا حق ان سے بہتر کوئی ادا نہیں کرسکتا، پاکستان کو جنگ کی صورت میں فوری طور پر سلامتی کونسل کے پاس نہ جانے کا مشورہ دیا تھا۔[۳۴]

یہ امر نا قابل فہم ہے کہ پاکستان کو علم تھا کہ جنگ کے میدان میں وہ بھارت کا مقابلہ نہیں کر پائے گا تو اس نے اقوام متحدہ سے مدد کی درخواست کیوں نہیں کی ؟اقوام متحدہ سے رابطے میں تاخیرنے پاکستان کے دوست ممالک کو یہ تاثر دیا کہ پاکستان فوجی طور پر مضبوط ہے اسے کسی مدد کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح بین الاقوامی سطح پر یہ تاثر نہ ابھرسکا کہ پاکستان کسی جارحیت کا شکار ہے اور پاکستان کسی ہمدردی اور امداد سے محروم رہا۔

مغربی پاکستان کے حوالے سے بھارتی عزائم اور امریکہ

1971ء کی پاک بھارت جنگ نے جنوبی ایشیا کا نقشہ بدل دیا۔ بھارت نے جنگ جیت کر پاکستان پر علاقائی برتری حاصل کرلی اور پاکستان کے لیے خود کو کمزور ریاست تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارانہ رہا۔ اس جنگ سے پاکستان کے ساتھ امریکہ کو بھی شدید دھچکا پہنچا۔

۸ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ہنری کسنجر نے امریکی صدر اور اٹارنی جنرل کو بتایا کہ بھارتی منصوبہ اب واضح ہے اور اب وہ اپنی افواج مشرقی پاکستان سے مغربی پاکستان لے جاناچاہ رہا ہے۔وہاں وہ پاکستان کی بری اور فضائی طاقت کو تباہ کرکے کشمیر کے اس حصہ پر قبضہ کرلیں گے جو پاکستان میں شامل ہے۔کسنجر کے خیال میں اس منصوبے میں‌ایران کو بھی خطرہ لاحق ہوجائے گا اور مغربی پاکستان کے اہم حصے بلوچستان اور NWFP(موجودہ خیبر پختو نخواہ)وغیرہ بے لگام ہوجائیں گے۔ سی۔آئی۔اے۔ نے بھی اس بات کی تصدیق کی اور بتایا کہ اسے ایک اہم ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اندراگاندھی نے اپنی فوج کو تین مقاصد

دیئے ہیں:

☆ بنگلہ دیش کی آزادی۔

☆ پاکستانی علاقے میں کشمیر کے حصہ پر قبضہ۔

☆ پاکستانی فضائی اور بکتر بند فوج کی مکمل تباہی تاکہ وہ دوبارہ بھارت کے مدمقابل کھڑا نہ ہوسکیں۔ ۳۵

C.I.A نے بھی یحییٰ کے زوال کی پیشگوئی کردی تھی۔ اس نے یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ بلوچستان اور NWFP دونوں خود مختار علاقے ہوجائیں گے۔اندرا گاندھی کے الفاظ میں اس جنگ کے بعد بھارت جنوبی ایشیا میں بااقتدار طاقت بن کر ابھرے گا اور بحرۂ ہندتک جائے گا۔ چین بھارت کی عزت کرے گا اور شاید بھارت سے تعلقات بہتر کرنے کافیصلہ بھی کرے۔ دوسری طرف پاکستان کی معیشت اتنی کمزور ہوجائے گی کہ وہ کوئی بڑی فوج رکھنے کے قابل نہیں رہے گا۔ پھر موجودہ پاکستانی فوجی قیادت اس شکست کو برداشت کرنے کے قابل نہیں رہے گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ خود مختار جمہوریتوں کے سائے میں ایک نیا پاکستان ابھرے گا، جو بھارت سے دوستانہ تعلقات رکھنا چاہے گا۔۳۶

اندرا گاندھی نے فوجی سربراہوں کو تیزی سے سیالکوٹ کی طرف پیش قدمی کی ہدایت کی اور راولپنڈی تک پہنچنے کی ہدایات دیں تاکہ وہ مغربی پاکستان پر حملہ کرسکیں۔ سی۔آئی۔اے نے فوراً یہ اطلاع وائٹ ہاؤس پہنچائی لیکن چونکہ خارجہ ممالک کو اسلحہ فروخت کرنے پر پابندی لگی ہوئی تھی اس لئے نکسن نے ایران، اردن اور سعودی عرب سے کہلوایا کہ وہ پاکستان کو مطلوبہ اسلحہ فوراً فراہم کریں۔ لیکن عین وقت پر امریکی سفیروں نے ان ملکوں کو خبردار کیا کہ یہ امریکی قوانین کی خلاف ورزی ہوگی۔ نکسن کو یہ پتہ چلا تو انہوں نے تینوں ملکوں کے سربراہان کی اس تنبیہ کو ٹالتے ہوئے پاکستان کو اسلحہ فراہم کرنے کا حکم دیا، لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ اس وقت تک یحییٰ نے بھٹو کو اقوام متحدہ روانہ کردیا تھا۔ بھٹو نے صدر نکسن سے ملنا چاہا لیکن کسنجر نے انہیں واشنگٹن سے دور رکھا۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۷۱ء کو کسنجر نے بھٹو کو فون کرکے کہا کہ وہ اور صدر دونوں اس بات پر زوردیں گے کہ جنگ فوراً ختم کی جائے۔۳۷

اس گفتگو کے تین دن بعد یحییٰ کے دوست امریکی سفیر فارلینڈ نے اپنے محکمہ مملکت کو ایک ٹیلیگرام کے ذریعہ مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوج کی ناکامی کی پیشگوئی کی اور یہ توقع بھی ظاہر کی کہ مغربی پاکستان میں بھی جنگ ختم ہوجائے گی۔ انہوں نے یحییٰ کے جانے اور بھٹو کے لیے راہ ہموار ہونے کی بات بھی کی۔ آخر میں انہوں نے یہ مشورہ بھی دیا کہ پاکستان بھارت کو زیر کرنے کے خواب نہ دیکھے اور اس کے دوست اس پر جنگ بند کردینے پرزوردیں۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو خبر ملی کہ بھارت نے یکطرفہ جنگ بندی کردی ہے۔کسنجر نے صدر نکسن کو یہ اطلاع دیتے ہوئے کہا کہ جناب مبارک ہو آپ نے مغربی پاکستان کو بچالیا۔۳۸

ان حالات کے درمیان صدرنکسن پاکستانی سیاست میں نمایاں تبدیلی لانے میں کافی حدتک کامیاب ہوگئے تھے، کیونکہ نکسن کی نظریں امریکی مفادات کی مستقبل میں تکمیل کے لیے بھٹو پر مرکوز ہوچکی تھیں۔

سقوط ڈھاکہ ربنگلہ دیش کی آزادی

مشرقی پاکستان کے حالات ۱۹۷۰ء کے انتخاب کے بعد دن بدن بگڑتے چلے گئے اور جب حالات حکومت کی گرفت سے باہر ہو گئے تو یحییٰ خان نے طاقت کا استعمال کیا۔

اس بارے میں میجر جنرل فضل مقیم تحریر کرتے ہیں، قومی اسمبلی کا اجلاس نہ ہونے کے سبب مشرقی پاکستان کے حالات دوبارہ خراب ہوگئے۔ بار بار یحییٰ خان کو حالات سے باخبر کیا لیکن انہوں نے کوئی ''نوٹس'' نہیں لیا۔ اس نتیجے میں مشرقی پاکستان میں مولانا بھاشانی کی جانب سے ایک دفعہ پھر جلاؤگھیراؤ اورآزاد بنگلہ دیش کے نعرے لگائے گئے۔ ''ان حالات میں ایڈمرل احسن جو سابقہ گورنر تھے اور جنرل یعقوب جو موجودہ گورنر تھے اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر(مشرقی پاکستان) بھی نے حالا ت پر قابو پانا چاہا لیکن ناکام ہوگئے۔ ایسے میں میجر جنرل فرمان علی کو جی۔ایچ۔کیو بھیجا گیا تاکہ صدر سے مل کر حالات پر قابو پایا جائے۔ اسی دوران جنرل یعقوب نے بھی استعفیٰ دیدیا۔ جنرل یحییٰ خان غصے میں آگئے اور

جنرل ٹکاخان کو نیا مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ فوج کے ذریعے حالات کو قابو کیا گیا جنرل ٹکا خان بھی حالات دیکھ کر پریشان ہوئے مگر حالات کو قابو میں کرنے کے لیے اقدامات کرنے لگے جس کے نتیجے میں عوامی لیگ اور افواج میں کافی جھڑپیں ہوئیں۔[۳۹]

۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کے بعد مشرقی پاکستان علیحدہ ہوگیا۔ لاکھوں بنگالی پاکستانی فوجیوں اورمکتی باہنی کے ہاتھوں مارے گئے۔ پاکستان کی افواج کے ۹۳ ہزار فوجی اور شہری قیدی بنائے گئے۔[۴۰]

ڈاکٹرصفدر محمود کے مطابق، دونوں جماعتوں کے موقف قومی اسمبلی میں بہت فرق تھا۔اس سیاسی تعطل میں دونوں صوبوں کے حالات کشیدہ ہوگئے اور قومی اسمبلی اجلاس غیر معینہ مدت تک کے لیے ملتوی ہوگیا۔جس کا خیر مقدم پیپلزپارٹی نے خوش دلی سے کیا۔لیکن عوامی لیگ کا کہنا تھا کہ ''یحییٰ خان کا یہ اقدام ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ مل کر عوامی امنگوں کو پامال کرنے کا ہے'' حالات کو قابو کرنے کے لیے جنرل ٹکاخان کو گورنر بنایا گیا جب حالا ت خراب ہوئے تو فوجی آپریشن ہوا کیوں کہ مجیب نے پورے صوبے میں سول نافرمانی کی تحریک شروع کردی۔ چنانچہ ملک کو بچانے کے لیے کاروائی کا حکم دے دیا۔[۴۱]

درحقیقت بہت سے سینئر جنرل بھی پاکستان توڑنے کے اتنے ہی ذمہ دارتھے جتنے کہ یحییٰ خان، ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار سنبھالتے ہی اکثر جرنیلوں کو ریٹائرڈ کر دیا حالانکہ ان پر غداری کا مقدمہ چلنا چاہیئے تھا۔[۴۲]

سن ۱۹۷۱ء کے واقعہ سے پہلے اور بعد میں مارشل لاء عہدکی خرابیوں پر پردہ ڈالنے اور اسے فعال اور عوام میں مقبول بنانے کے لیے ریاستی مشینری کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا گیا۔ جیسے ایوب خان اور پھریحییٰ خان نے ریڈیو، اخبارات کو استعمال کیا۔ تاکہ عوام میں ان کو مقبول کرسکیں۔ چونکہ سیاستدانوں کو صوبائی یا ملک گیر سطح پر ان کی تحریکیں مقبول کردیتی ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس فوجی حکومتوں کو معاشرے میں اپنی جگہ بنانے کے لیے ایسے مصنوعی ہتھیاروں اور وقت کی ضرورت ہوتی ہے اور اپنی حکومت کو ہر لحاظ سے سند یافتہ ثابت کرنے کے لیے عوامی سند کی اور حمایت کی ضرورت ہوتی ہے۔[۴۳]

سقوط مشرقی پاکستان یابنگلہ دیش کی آزادی کے بعد دنیا کے نقشے میں پاکستان کو جو امتیازی مقام حاصل تھا وہ ختم ہوگیا۔

ماحصل

لیکن ۱۹۷۱ء میں پاکستان کو دولخت کرنے والی خانہ جنگی صرف یحییٰ خان کی نااہلی پر نہیں ڈالی جاسکتی بلکہ اس کی ذمہ داری ملک کے تمام سیاستدان، مسلح افواج کے ارکان، بیورو کریسی غرض پورے پاکستانی معاشرے پر عائد ہوتی ہے۔ آپریشن کے نام پر پاکستانی فوج نے نہ صرف اپنے ہی ملک کے شہریوں پر حملہ کیا بلکہ بنگالیوں کے قومی ضمیر کو نشانہ بنایا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یحییٰ خان کو یقین ہوگیا تھا کہ فوج نے بغاوت پر کامیابی کے ساتھ قابو پالیا ہے اس لیے انہوں نے مسئلے کے سیاسی حل پر کوئی توجہ نہ دی۔ اس کے علاوہ چین نے یہ اشارہ دیا تھا کہ اگر بھارت نے جارحانہ حملہ کیا تو چین پاکستان کی امداد کرے گا۔ اس کے علاوہ چین اور امریکہ کے درمیان رابطہ قائم کرنے میں معاونت کرکے یحییٰ خان اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ بھارتی جارحیت کے خلاف انہیں چین اور امریکہ کی حمایت حاصل رہے گی۔بھارت کی طرف سے خطرے کے پیش نظر یحییٰ خان نے آخری وقت میں بھارت کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے کی کوششیں تو شروع کردیں تھی لیکن وہ زیادہ تر امریکی صدرنکسن کی ڈپلو میسی پر انحصار کرتے رہے۔ وہ اپنے ہی سیاسی و فوجی ٹولہ کی مرضی کے خلاف بعض مراعات دینے پر بھی آمادہ ہوگئے تھے۔ جن میں مجیب الرحمٰن کی رہائی،اقوام متحدہ کی نگرانی میں مہاجرین کی واپسی اور بنگالیوں کی شکایات دور کرنے کا وعدہ بھی شامل تھا۔ تاہم آخری وقت میں ان کوششوں سے کچھ حاصل نہیں کیا جاسکااور آزاد بنگلہ دیش کا قیام وجود میں آگیا۔

پاکستان اور امریکہ کے درمیان شبہات کے مدِنظر اتحادیوں جیسے تعلقات قائم نہیں ہوسکتے۔ فکری اور دانشورانہ سطح پر ایک دوسرے کے خلاف بداعتمادی بہت گہری تھی۔ جو بسا اوقات قرین مصلحت سمجھ کر نظر انداز کردی جاتی تھی۔ اس میں مذہبی نقطہ نظر، خواتین و

اقلیتوں کے حقوق اور طرز حکومت جیسے بنیادی اختلافی معاملات شامل ہیں۔

۱۹۶۹ء سے صدر رچرڈ نکسن کے اقتدار سنبھالنے کے لمحے تک امریکہ نے ایشیا میں اپنا کردار ادا کرنے میں زیادہ جوش و خروش کا مظاہرہ نہیں کیا۔ مگر نکسن کے ۱۹۶۹ء کے عالمی دورے کے دوران جب انہوں نے پاکستان اور بھارت جیسے ایشیائی ممالک کا بھی دورہ کیا تو یہ امر واضح کیا کہ اگرچہ امریکہ کو اپنے کیے گئے معاہدوں کا احترام کرکے بڑی خوشی ہوگی مگر وہ ایسی پالیسی سے اجتناب کریں گے جس سے خطے کا کوئی ملک مکمل طور پر امریکہ پر انحصار ہو کر رہ جائے۔ اور پھر اُسے ویت نام جنگ جیسے کسی ٹکراؤ میں الجھنا پڑے۔نکسن نے اعتراف کیا تھاکہ اس پالیسی پر عمل درآمد کوئی آسان کام نہیں۔مگر انہیں یہ یقین تھا کہ اگر مناسب منصوبہ بندی سے اسے ایسی شکل دی جاسکتی ہے کہ مطلوبہ نتائج برآمد ہوسکیں۔ نکسن نے صدر ایوب خان کی طرف سے پیش کی گئی بعض تجاویز کو یاد کیا جن میں ایوب خان نے کہا تھا کہ بعض ملکوں مثلاً ویت نام، فلپائن اور تھائی لینڈ میں، بلکہ ایک لحاظ سے کسی بھی ایشیائی ملک میں جہاں اندرونی خلفشار موجود ہو، جنگ لڑنے میں ان کی مدد تک محدود ہونی چاہئے یہ مناسب نہیں کہ ان کی جنگ بھی امریکہ لڑے۔الغرض ایوب خان کے بعد آنے والے فوجی حکمرانوں نے بھی سابقہ تجربات اور مشاہدات سے فائدہ اٹھانے کے برعکس اپنے ذاتی اقتدار کے لیے قومی مفادات کو نظر انداز کرتے ہوئے امریکہ کی خوشامد کی۔

آغا محمد یحییٰ خان کی سربراہی میں پاکستان کے بارے میں بعض حلقوں کا خیال تھا کہ یہ واحد ملک ہے جس کی کوئی خارجہ پالیسی ہی نہیں۔جب مارچ ۱۹۶۹ء میں یحییٰ خان نے اقتدار سنبھالاتو پاکستان کی اندونی سیاست کے محرکات ایک خطرناک صورت اختیار کرچکے تھے اور اس کی خارجہ پالیسی سے بعض سابقہ مثبت عوامل بھی خارج ہوچکے تھے۔ یحییٰ خان نے خارجہ امور کا قلمدان ہی کسی کونہیں دیا تھااور یہ ایک ایسی علامت تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ نئی فوجی حکومت کی نظر میں خارجہ امور کی کوئی اہمیت نہیں۔ یحییٰ خان نے جلد ہی اپنا ملک جب بتدریج ایک ایسے بحران کی طرف لڑھک رہا تھا جس کی ماضی میں کوئی نظیرنہیں

تھی اور اس کے داخلی اور خارجی پالیسیاں دو مختلف سمتوں میں چل رہی تھیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ داخلی پالیسی اور خارجی پالیسی دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوکر ترتیب دی جارہی اور پایہ ءتکمیل کو پہنچائی جارہی تھیں۔ پالیسی سازوں کو یہ خبر نہ تھی کہ ان دونوں کو اکٹھے ترتیب دینا اور ایک دوسرے کے شانہ بشانہ چلانا ہوتا ہے۔ پاکستان کی حالت ایک ایسے بحری جہاز کی سی تھی جوطوفانی سمندر میں چلا جارہا ہولیکن اس کا پتوار غائب ہو، جو لوگ بساط اقتدار پر قابض تھے ان میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں تھی کہ سچ بولتے، قوم کو اعتماد میں لیتے اور اس سفارتی بربادی کا وقت سے پہلے اندازہ لگاتے جو نوشتہ ء دیوار بن ہوکر سامنے کھڑی تھی۔

اس الزام کی بیشتر ذمہ داری یحییٰ خان پر عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ مشرقی پاکستان کی صورت حال کو ذاتی طور پر چلارہے تھے اور بطور وزیر خارجہ سفارتکاری کی تمام کاوشوں میں بھی مکمل طور پر شریک تھے،چنانچہ ذمہ داری کا تمام بوجھ ان ہی کے کاندھوں پر تھا۔ عین اس بحرانی لمحات میں کہ جب فن سفارتکاری اپنے عروج پرہونی چاہیئے تھی پاکستان، اقوام عالم کی برادری میں تنہارہ گیا۔ بعض ممالک نے جن میں چین، برطانیہ،امریکہ اور ایران خاص طور پر قابل ذکر ہیں، پاکستان کو مشورہ دیا تھا کہ وہ کشیدگی دور کرنے کے لئے بامقصد سیاسی اقدامات اٹھائے۔ امریکہ نے تو اپنے بعض بحری جنگی جہازوں کو بھی دائیں بائیں کچھ حرکت دی تھی۔ بظاہر یہ ایک نیم دلانہ سیاسی اور علامتی کوشش تھی، جس کا مقصد شائد پاکستان کواندھیرے میں رکھنا اور بھارت کو خائف کرنا تھا۔ لیکن یہ تمام کوششیں بے اثر ثابت ہوئیں اور بار بار کی ثابت شدہ یہ حقیقت ایک بار اور ثابت ہوگئی کہ اندرونی نفاق بیرونی جارحیت کو آواز دیتا ہے اور جو شخص کسی بحرانی صورت حال میں خارجی بیساکھیوں کا سہارا لیتا ہے وہ یقیناً ہار جاتا ہے۔یہ بات غلط نہیں کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی کوئی معجزے نہیں دکھا سکتی تھی یا کسی آنے والی اس بربادی کوٹال نہیں سکتی تھی جو ملک پر نازل ہونے والی تھی،لیکن اسے پاکستان کی تاریخ کے اس نازک ترین اور اہم ترین لمحے میں ایک بھر پور کردار ادا کرنے کا موقعہ تو ملنا چاہیے تھا۔ علاقائی اور عالمی معاملات پر پاکستان کا ردعمل اور تجزیہ اکثر غیر حقیقت پسندانہ اور احساس مظلومیت کی عکاسی کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱- کانگریس میں صدر نکسن کی خارجہ پالیسی پر تیسری سالانہ رپورٹ ۹فروری۱۹۷۲ء، بحوالہ :قیوم نظامی،مشمولہ:'' خفیہ پیپرز''، لاہور،جہانگیر بکس، سن ندارد، ص ۳۹۔

۲- ایضاً۔

۳- ایضاً۔

۴- صفدر محمود،''پاکستان کیوں ٹوٹا''، لاہور،جہانگیر بکس، سن ندارد، ص ۱۸۹۔

۵- علی جاوید نقوی،'' پاکستان میں امریکی سازشیں'' ،لاہور،صبیح پبلیشرز، ۲۰۰۰ء،ص ص۲۵-۲۶۔

6. تمکین انجم،محمد آصف ملک،''پاکستان کی خارجہ پالیسی''، لاہور، پبلیشرز ایمپوریم، سن ندارد، ص ۱۳۵۔

7- Henry Kissinger,"White House Years", NY Little Brocon and Company, New York, 1982, p. 853.

8- Ibid., p. 854.

9- Ibid., p. 855.

10- Ibid., p. 856.

۱۱- علی جاوید نقوی،''پاکستان میں امریکی سازشیں''،ص۲۶۔

۱۲- ہنری کسنجر،''مکتوب بنام امریکی نیشنل سیکیوریٹی کونسل''،۱۶فروری۱۹۷۱ء،مشمولہ:''خفیہ پیپرز''، مرتبہ: قیوم نظامی،لاہور،جہانگیر بکس، سن ندارد، ص۱۱۰۔

13. قیوم نظامی،''پاکستان امریکہ، بنتے بگڑتے تعلقات''،لاہور، جہانگیر بکس، سن ندارد،ص ۷۵۔

14. ایضاً،ص۷۶۔

15. ایضاً،ص۷۷۔

16. ایضاً،ص۷۸۔

17. اخبار جہاں، کراچی،دسمبر۲۰۰۷ء۔

18. عبداللہ ملک،''فوج اور اقتدار اعلیٰ''، لاہور،کوثر پبلشرز، ۱۹۸۳ء،ص۳۱۱۔

19- Denis Kux, "The United States and Pakistan,1947-2000: Disenchanted Allies", Woodrowilson Centre Press, Washington, 2001, p. 193.

20- Henry Kissinger," White House Years",p. 900.

21- *The New York Times,* New York ,1, January,1972.

22- *Time,*"Vol.98No.26,December,1971,p. 6

23- *News Week,* New York,17 January,1972,p. 12.

24- *The New York Times,* New York,17 January,1972.

۲۵- صفدر محمود، ص۱۸۶۔

26- *The Indian Express,* Delhi, 15 December, 1971, p. 12.

۲۷- قیوم نظامی،'' پاکستان امریکہ، بنتے بگڑتے تعلقات''، ص۸۱۔

۲۸- ایضاً،ص۸۲۔

۲۹- صفدر محمود،'' پاکستان کیوں ٹوٹا ''،ص۱۸۷۔

30- *Dawn,* Karachi, 07 April, 1971.

31- *The Guardian,* London, 15 May, 1971.

۳۲- ایم۔اے رزاق،''*پاکستان کا نظام حکومت اور سیاست* ''،ص۵۳۴۔

۳۳- ایضاً،ص ۵۳۵۔

34- *Dawn,* Karachi, 24 Novembre 1971.

۳۵- ''شجاع نواز،بے نیام تلواریں''، اردو ترجمہ از "Crossed Swords: Pakistan, its Army and the Wars Within"مترجم: پروفیسر منظور احمد، ویلکم بک پورٹ، کراچی، ۲۰۱۰ء، ص۲۰۱۔

۳۶- ایضاً،ص ۲۰۲۔

۳۷- ایضاً،ص ۲۰۳۔

۳۸- ایضاً،ص ۲۰۴۔

۳۹- فضل مقیم خان،'' پاکستان کا المیہ''، راولپنڈی،آرمی ایجوکیشن پریس، سن ندارد، ص۱۔

۴۰- علی جاوید نقوی،''پاکستان میں امریکی سازشیں''، ص۲۳۱۔

۴۱- صفدر محمود،''سقوط مشرقی پاکستان''، لاہور،مکتبہ جدید پریس، ۱۹۷۲ء،ص۳۔

۴۲- احمد سلیم،'' حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ''لاہور،،فرنیئر پوسٹ پبلیشرز، ۱۹۹۳ء،ص۴۰۔

۴۳- نسرین افضل، توقیر فاطمہ،'' سقوط مشرقی پاکستان کا واقعہ اور تاریخ نویسی''،مشمولہ: ''معارف مجلّہ تحقیق''،شمارہ۴، ادارہ معارف اسلامی،کراچی، جولائی۔دسمبر۲۰۱۳ء،ص۱۳۱-۱۳۲۔